روح تحقیق، جلد ۲، شمارہ ۱، مسلسل شمارہ: ۳، سال ۲۰۲۴ء

وباؤں کے دوران معمولات زندگی
عزیمت ورخصت کے اُصولوں کا اِطلاقی مطالعہ

حافظ فدا حسین، پی ایچ ڈی
نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، ملتان
سجاد حسین
لیکچرار اسلامیات، بحریہ یونیورسٹی، اسلام آباد

APPLIED STUDY OF THE PRINCIPLES OF
DETERMINATION AND CONCESSION IN ROUTINE LIFE DURING EPIDEMICS

Hafiz Fida Hussain, PhD
NCBA&E, Multan

Sajjad Hussain
Lecturer in Islamic Studies
Bahria University, Islamabad

Abstract
The purpose of Islamic Sharia is to provide benefit to humanity and remove hurdles also. Determination is obligatory for every type of deed even if a stronger opposition is present. Concession is a temporary relaxation given by Allah in difficult times due to any reason like drought and pandemic etc. It is very important to apply determination and concession rules during pandemics to maintain the Routine life. Due to unawareness of these rules individuals and institutions are not able to handle the problems during pandemic like Corona. There are three types of concessions like, Representative, obligatory and permissible. It is allowed if it has sufficient reason. Corona killed millions of people and made the man helpless. Islamic rules of determination and concession are best for such an emergency situation for the benefits of humanity.

Keywords:
Pandemic, Islamic Sharia,determination,concession, Human.

تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ ہر دور میں آسمانی وزمینی آفات اور وبائیں آتی رہیں جنھوں نے معاشرتی، اقتصادی، سیاسی ہر سہ جہات کو متاثر کیا۔ انسان نے بعض اوقات تو درست ادراک کیا اور ان واقعات کے اسباب پر غور کرتے ہوئے ان کا صحیح حل نکالا، لیکن کبھی اپنے نخوت و تکبر کی زد میں آگیا اور خالق حقیقی کی طرف رجوع کرنے کی بہ جائے گلے شکوے اور جزع وفزع کرنے لگا۔ کسی بھی آفت وآزمائش یا وبا کے نازل ہونے پر اس کے مناسب حل کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے بنیادی اسلامی اصولوں سے واقف ہونا اور ان پر عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ حال ہی میں "کرونا" نامی وبا نے جو حالات پیدا کیے ہیں وہ بھی ماضی کے واقعات کی طرح معمولات زندگی کے لیے قیامت صغری سے کم نہیں۔ "کرونا" سے تمام تر کاروبار حیات متاثر ہوا۔ تعلیم، معیشت، کھیل کود، سیر و تفریح، عبادات تک ہر شعبہ ءزندگی اس وبا سے متاثر ہوا۔ عوام، حکومت وقت اور عالمی ادارے اس سے نبرد آزما ہیں لیکن حالات سے نمٹنے کے لیے ہر شخص اور ہر ادارہ مشکل کا شکار ہے، فیصلہ کرنے میں ہر ادارہ پس وپیش کا شکار ہے جس کی بنیادی وجہ شریعت اسلامی کے بنیادی اصول عزیمت ورخصت سے لاعلمی اور بے اعتنائی ہے۔ اسلام کیوں کہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر گوشے میں راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ لہذا مشکل حالات کا جب تک اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصولوں عزیمت ورخصت کی روشنی میں جائزہ نہ لیا جائے ان کا مناسب حل ناممکن ہے کیوں کہ بسا اوقات فیصلہ کرتے ہوئے عزیمت سے کام لینا پڑتا ہے اور بعض اوقات رخصت پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔ اس مقالہ میں فقہی وتجزیاتی منہج کے تحت شرعی قواعد عزیمت ورخصت کے اطلاقی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے مذکورہ موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ وباء کے دوران معمولات زندگی کی تعطیل اور ان کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے مناسب رہنما اصول فراہم کیے جائیں جس سے عام قارئین کے ساتھ پالیسی ساز اداروں کو بھی درست سمت متعین کرنے میں آسانی میسر آئے۔

بنیادی طور پر یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ شرعی احکام کی دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم وہ جو ایک ہی صورت پر باقی رہتے ہیں اور کبھی بدلتے نہیں۔ اور دوسرے وہ احکام جو بہ تقاضائے مصلحت بدل جاتے ہیں، چاہے ان کی نوعیت بدلے یا مقدار۔ جب یہ بات ذہن نشین ہو جائے تو عزیمت اور رخصت کی تعریف اور اقسام وانواع سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور ان پر مرتب ہونے والے احکام بھی بہ آسانی سمجھے جاسکتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ انسانیت کی مصلحت اور مفاسد کو دور کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہی ایسے اصول وضوابط فراہم کیے جن میں لوگوں کے لیے دو جہاں کی بہتری پنہاں تھی۔ چناں چہ امام شاطبی (۷۲۰۔۷۹۰ھ / ۱۳۲۰۔۱۳۸۸ء) لکھتے ہیں:

"التداوي عند وقوع الأمراض، والتوقي من كل مؤذٍ آدمياً كان أو غيره، والتحرز من المتوقعات حتى يقدم العدة لها "(۱)

(بیماری کے وقت دوا لینا اور ہر ایذا دینے والے سے بچنا چاہے وہ انسان ہو یا جانور اور اس سے اس قدر احتراز کرنا کہ کسی قسم کے متعدی مرض سے بچا جاسکے۔)

اس اصول کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم عزیمت و رخصت کے قواعد کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

عزیمت کی حقیقت

علمائے اُصول نے عزیمت کی بابت یہ حکم بیان کیا ہے:" العمل بالعزيمة واجب في جميع الأعمال والأحكام؛ لأنها الأصل، ولا يجوز تركها إلا إذا وُجِد معارض أقوى فيُعمل به، وهو ما يسمى بالرخصة."(۲)

(تمام امور میں عزیمت کے احکام پر عمل کرنا واجب ہے اور اسے ترک نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس سے زیادہ قوی اس کا کوئی معارض نہ پایا جائے۔ اور معارض ہی رخصت کہلاتا ہے۔)

ابن فارس (۳۲۹۔۳۹۵ھ / ۹۴۱۔۱۰۰۴ء) نے رخصت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"الراء والخاء والصاد أصل يدل على لين وخلاف شدة"(۳)

(راء خاء اور صاد کا مادہ نرمی اور خلاف شدت پر دلالت کرتا ہے۔)

اور ابن منظور (۶۳۰۔۷۱۱ھ / ۱۲۳۲-۱۳۱۱ء) کہتے ہیں:

و الرخصة: ترخيص الله للعبد في أشياء خففها عنه" (۴)

(رخصت اللہ کی طرف سے بندے کے لیے کچھ چیزوں میں چھوٹ دینا جو اس نے بندے سے تخفیف کی۔)

رخصت کی لغوی تعریف کے بعد اس کی اصطلاحی تعریف کی جاتی ہے۔

رخصت کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح فقہا میں رخصت کی کئی تعریفات کی گئی ہیں ۔ علامہ بزدوی حنفی (۴۲۱ـ۴۹۳ھ / ۱۰۳۰ـ۱۰۹۹ء) نے رخصت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "ما يستباح بعذر مع قيام المحرم" (۵)

(جو حرام کے ہوتے ہوئے کسی عذر کی بنیاد پر مباح ہو۔)

لیکن یہ تعریف جامع نہ ہونے کی بنیاد پر مناسب نہیں۔ کیوں کہ مباح یا مندوب ہونے کے علاوہ بھی رخصت ثابت ہوتی ہے، اور یہ تعریف اس وجہ سے بھی متناقض ہے کہ جو چیز مباح ہے وہ حرام نہیں ہو گی۔ امام غزالی (۴۵۰ـ۵۰۵ ھ /۱۰۵۸ـ۱۱۱۱ء) رخصت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"بما وسع للمكلف في فعله لعذر وعجز عنه مع قيام السبب المحرم" (۶)

(حرام سبب کے ہوتے ہوئے مکلف کے لیے جو چیز ادائیگی سے معذور اور عاجز ہونے کی وجہ سے وسعت دی جاتی ہے رخصت کہلاتی ہے۔)

لیکن امام غزالی کی تعریف جامع نہیں ہے کیوں کہ یہ صرف فعل کی ادائیگی کو شامل ہے جب کہ رخصت تو کبھی فعل کی ادائیگی پر منحصر ہوتی ہے اور کبھی ترک فعل پر۔ لہذا ایسی تعریف ہونی چاہیے جو ان تمام امور کو شامل ہو۔ علامہ سبکی (۶۸۳ـ۷۵۶ھ / ۱۲۸۴ـ۱۳۵۵ء) رخصت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"ما تغير من الحكم الشرعي لعذر إلى سهولة ويسر مع قيام السبب للحكم الأصلي" (۷)

(جو حکم شرعی کسی عذر کی بنیاد پر سہولت اور آسانی کی طرف بدل جائے جب کہ اصلی حکم کے قیام کا سبب موجود ہو۔)

اور معاصر علما میں سے علامہ شنقیطی (۱۳۲۵ـ۱۳۹۳ھ /۱۹۰۷ـ۱۹۷۳ء) نے رخصت کی تعریف یوں کی ہے:

"أنها هي الحكم الشرعي الذي غير من صعوبة إلى سهولة لعذر اقتضى ذلك، مع قيام سبب الحكم الأصلي" (۸)

(رخصت وہ حکم شرعی ہے جو بتقاضائے عذر کسی صعوبت سے سہولت کی طرف بدل جائے جب کہ اصلی حکم کے قیام کا سبب بھی موجود ہو۔)

رخصت کی یہ تعریف قرین قیاس اور قابل عمل ہے۔ تعریف سمجھنے کے بعد رخصت کے اسباب کو بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے۔

رخصت کے اسباب

اہل علم نے رخصت کے سات اسباب ذکر کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں: سفر، مرض، نسیان، جہالت، مجبوری (اکراہ)، مشقت و حرج، نقص۔

رخصت کی اقسام

ثبوت اور دلیل کے لحاظ سے رخصت کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

رخصت مندوبہ: جیسا کہ سفر کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا۔ اور رمضان میں مریض اور مسافر کے لیے روزہ کی رخصت۔

رخصت واجبہ: جیسا کہ عاجز مریض کے لیے تیمم، اور مریض کے حسب قدرت نماز، اور مجبور کے لیے مردار کھانے کی رخصت۔

رخصت مباحہ: جیسا کہ اجارہ اور بیع سلم کی اجازت۔

پہلا قول: ابن حاجب (۵۷۱-۶۴۷ھ / ۱۱۷۵-۱۲۴۹ء) اور امام رازی (۵۴۵-۶۰۷ھ / ۱۱۵۰-۱۲۱۰ء) کے نزدیک رخصت اور عزیمت محکوم فیہ کی اقسام میں سے ہیں۔ اور ان کا کہنا ہے کہ

"إن الفعل الذي يجوز للمكلف الإتيان به إما أن يكون عزيمة أو رخصة "(۹)

(جو فعل مکلف کے لیے جائز ہے وہ یا تو عزیمت ہو گا یا رُخصت۔)

دوسرا قول: صدر الشریعہ، ابن سبکی، علامہ اسنوی اور ابن عبد الشکور (۱۲۵۵-۱۳۲۳ھ / ۱۸۳۹-۱۹۰۵ء) وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ رخصت اور عزیمت حکم تکلیفی کی اقسام میں سے ہیں۔ وہ رخصت اور عزیمت کو احکام تکلیفیہ کی صفت قرار دیتے ہیں۔ لہذا یہ دونوں حکم تکلیفی کے تابع ہوں گے۔(۱۰)

حکم کے اعتبار سے رخصت کی دو قسمیں ہیں:

رخصت محمودہ: اس سے مراد وہ رخصت ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو جیسے مردار کا گوشت کھانا، رمضان میں مسافر یا مریض کا روزہ نہ رکھنا، جمع بین الصلاتین، مریض کی نماز کی کیفیت، لونڈی سے نکاح کرنا وغیرہ۔

رخصت مذمومہ: اس سے مراد یہ کہ فقہی مذاہب میں رخصتوں کو تلاش کرنا یا تاویلات کی جستجو میں رہنا۔ اسی طرح فاسد تاویلات کے ذریعے حرام کردہ چیزوں کی حلت و اباحت کی تلاش کرنا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إنَّ الدِّينَ يُسرٌ، ولن يُشادَّ الدِّينُ إلَّا غلَبه، فسدِّدوا وقاربوا وأبْشِروا"(۱۱)

(بے شک دین آسان ہے، جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا۔ چناں چہ اپنے عمل میں راستگی اختیار کرو، جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ۔)

حضرت عائشہ (۷ق ھ۔۵۸ھ / ۶۱۴۔۶۷۸ء) سے روایت ہے:

"مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ" (۱۲)

(رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی بھی دو باتوں میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان بات کو اختیار فرمایا۔ جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔ اور اگر گناہ کی بات ہوتی تو آپ ﷺ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے۔)

وباؤں کی تاریخ

انسانی تاریخ میں واقع ہونے والے اہم حادثات کو بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی رہتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی اور واضح مثال جو ہم آگے چل کر استدلال کے لیے ذکر کریں گے جو امام ابن جوزی نے نقل کی ہے اور جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک ہزار سال بعد تاریخ نے کروٹ لی اور دنیا کے باسیوں کو ایک ہزار سال پیچھے لے گئی بل کہ اگر یوں کہا جائے کہ ہمارا زمانہ کیوں کہ ترقی کے دعووں میں کہیں آگے تھا لہذا اس کی ناکامی شاید زیادہ شمار کی جائے گی اور تاریخ یہ بات یاد رکھے گی کہ کرونا جیسی وبا نے ہزاروں لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے اور ترقی یافتہ ممالک بھی اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے بے یار و مددگار نظر آتے تھے۔ امام ابن جوزی (۵۱۰۔۵۹۲ھ / ۱۱۱۷۔۱۱۹۶ء) نے لکھا ہے:

"ماوراء النہر کے ایک تاجر کی کتاب میں لکھا تھا کہ ۴۴۹ھ میں اتنی شدید وباء واقع ہوئی جو حد تجاوز کر گئی، یہاں تک کہ اس صوبے سے ایک دن میں اٹھارہ اٹھارہ ہزار جنازے اٹھنے لگے وبا کے خاتمے پر جب مرنے والوں کی تعداد کا اندازہ لگایا گیا تو وہ سولہ لاکھ بنی۔ اس وبا

کے دوران بازار مکمل بند تھے، سڑکیں خالی تھیں، گھروں کے دروازے بند پڑے تھے۔"(۱۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ وبائیں یا مصیبتیں اللہ کی طرف سے عذاب اور آزمائش ہر دو صورتوں میں نازل ہوتی ہیں، اگر عذاب ہو تو تب بھی ہلاکت وتباہی اور اگر آزمائش ہوں تب بھی بے شمار نقصانات کا موجب بنتی ہیں۔ چناں چہ امام ابن جوزی نے اہواز اور اس کے گرد ونواح میں پھوٹنے والی ایک ہول ناک وبا کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"اہواز اور اس کے گرد ونواح، واسط، نیل، مطیر آباد، کوفہ، میں ایک وبا پھوٹی، کہ ایک ایک قبر میں بیس تیس لوگوں کو ڈالا جاتا، اور حالت یہ تھی کہ لوگ بھوک سے مر رہے تھے، غریب لوگ کتے بھون بھون کر کھا رہے تھے۔"(۱۴)

اس سے بھی خطرناک صورت حال بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"زمین جو کبھی مالک دس دینار کی بھی نہیں دیتا تھا آج پانچ رطل کی ایک روٹی کے بدلے بیچ دی اور وہ ایک روٹی کھا کر مر گیا۔ تجارت بالکل ٹھپ ہو گئی، دنیوی کاموں سے کسی کو کوئی غرض نہ تھی، بس رات دن، غسل میت، اور جنازوں اور تدفین سے ہی کام تھا۔"(۱۵)

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انسان اسی وقت تک حریص وغافل رہتا ہے جب تک اللہ کی طرف سے کسی آزمائش میں نہیں گھرتا اور جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے پھر دنیا کی تمام آسائشوں سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرلیتا ہے یہی وجہ ہے کہ وباؤں کے دوران بھی انسان کاروبار حیات سے اکتا جاتا ہے اور اسے کمائی سے کوئی غرض نہیں رہتی۔

سکھر شہر برصغیر پاک وہند میں طاعون کی پہلی وباء ۱۸۹۵ء میں اور دوسری وباء ۱۹۱۵ء میں پھیلی جس سے سکھر کے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور ہزاروں لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔(۱۶)

۱۹۱۷۔۱۹۱۸ء میں سپینش فلو کی وبا پھیلی تھی جس کی وجہ سے پانچ کروڑ افراد لقمہ اجل بن گئے تھے۔

وباؤں اور حوادث میں حج وعمرہ کی تعطیل:

صرف عام مساجد ہی نہیں بل کہ تاریخ اسلام میں کئی بار خانہ کعبہ اور مسجد حرام کو بھی بند کیا گیا جس کے اسباب مختلف تھے لیکن یہ تاریخی شواہد موجودہ صورت حال میں اختیار کی گئی حکمت عملیوں کو

سمجھنے میں مدد و معاون ہیں۔ یہاں ہم یہ ذکر کریں گے کہ حرم مکی بند کر کے حج و عمرہ کس کس موقع پر موقوف کیا گیا۔

تعطیل مساجد

تعطیل مساجد ایک تاریخی تسلسل ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے مطلقاً اغیار کی سازش قرار دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ کرونا وبا کے دنوں میں خوف وہراس پھیلایا گیا۔

ابن عذاری مراکشی (م: ۱۳ویں صدی عیسوی / ۶۹۹ھ) رقم طراز ہیں:

"وقع في تونس وباءٌ عظيم سنة ٣٩٥هـ، فتسبب في "شدة عظيمة انكشف فيها الستور...، وغلت الأسعار، وعُدِم القوات...، وهلك فيه أكثر الناس من غني ومحتاج، فلا ترى متصرفا إلا في علاج أو عيادة مريض أو آخذا في جهاز ميت...، وخلت المساجد بمدينة القيروان" (۱۷)

(تیونس میں سن ۳۹۵ ہجری میں ایک خطرناک وبا پھیلی جس میں کئی سفید پوشوں کے راز کھل گئے، قیمتیں بڑھ گئیں، خوراک ناپید ہو گئی، مال دار و غریب بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے، ہر شخص یا خود بیمار تھا یا بیمار کی عیادت میں مصروف تھا، یا میت کو دفنانے کی تیاری میں لگا تھا، اور قیروان شہر کی مسجدیں خالی پڑی تھیں۔)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وبائیں نہ صرف ہلاکتوں کا باعث بنتی ہیں بل کہ کئی راز بھی فاش کرتی ہیں۔ بالخصوص درمیانے طبقے کے لوگوں کے لیے بڑی آزمائش کا سبب بنتی ہیں کہ ایک طرف تو وہ مالی اعتبار سے کم زور ہو جاتے ہیں تو دوسری طرف لوگوں میں اپنے رکھ رکھاؤ کے لحاظ سے بھی آزمائش کا سامنا کرتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۱ھ / ۱۳۷۱-۱۴۴۹ء) سن ۸۲۷ ہجری کے حالات وواقعات کے متعلق فرماتے ہیں:

"في أوائل هذه السنة وقع بمكة وباء عظيم بحيث مات في كل يوم أربعون نفساً، وحصر من مات في ربيع الأول ألفاً وسبعمئة، ويقال إن إمام مقام إبراهيم كان أتباع المذهب الشافعي يقيمون عنده صلواتهم) لم يصل معه في تلك الأيام إلا اثنان، وبقية الأئمة من المذاهب الأخرى بطلوا الصلاة لعدم وجود من يصلي معهم". (۱۸)

(۸۲۷ہجری کے اوائل میں مکہ مکرمہ میں ایک بڑی وبا پھوٹی جس سے ہر روز چالیس لوگ لقمہ اَجل بن جاتے تھے، ربیع الاول میں مرنے والوں کو شمار کیا گیا تو اُن کی تعداد سترہ سو ہو چکی تھی، اور حرم مکی میں امام جو کہ مذہب شافعی کے پیروکار تھے ان کی اقتداء میں صرف دو لوگ مقتدی ہوتے تھے۔ جب کہ باقی مذاہب (حنفی، مالکی، حنبلی) کے ائمہ نے نمازیں جماعت سے چھوڑ دیں کیوں کہ ان کے ساتھ کوئی مقتدی نہیں ملتا تھا۔)

اسی طرح امام ذہبی (۶۷۳۔۷۴۹ھ / ۱۲۷۴۔۱۳۴۸ء) نے ۴۴۸ہجری کے واقعات میں بیان کیا ہے:

"وفيها كان القحط العظيم بالأندلس والوباء، ومات الخلق بإشبيلية بحيث إن المساجد بقيت مُغلقة ما لها من يصلي بها".(۱۹)

(اس سال اندلُس میں قحط پڑا اور ایک بڑی وبا پھیلی، جس سے اشبیلیہ میں بہت سے لوگ مر گئے، یہاں تک کہ مسجدیں بند پڑی تھیں اور کوئی ایک بھی نمازی نہ تھا۔)

سیر اعلام النبلاء میں اسی سال کے بارے لکھتے ہیں:

أنه في هذه السنة "كان القحط عظيما.. بالأندلس، وما عُهد قحط ولا وباء مثله بقرطبة، حتى بقيت المساجد مغلقة بلا مُصَلّ، وسُمي عام الجوع الكبير".(۲۰)

(اس سال اَندلُس میں بہت بڑا قحط پڑا اور قرطبہ میں اس سے پہلے کبھی ایسا قحط اور وبا نہیں گذرے تھے، یہاں تک کہ مسجدیں بنا نمازیوں کے خالی پڑی تھیں۔ اس سال کو "عام الجوع" بھی کہتے ہیں۔)

وباؤں کے یہ مختلف واقعات اس بات پر دلیل ہیں کہ کرونا ہی وہ پہلی بیماری نہیں جس نے دنیا کے حالات بدلے ہوں یا مساجد و مدارس بند ہوئے ہوں، تعلیم و تعلم معطل ہوا ہو بل کہ تمام کاروبار حیات یک سر بدل کر رہ گیا ہو بل کہ تاریخ میں ایسا متعدد بار ہوا اور لوگوں نے ان حالات میں ہر مناسب تدبیر کو اختیار کیا جس کے سبب انسانیت ان مصائب سے بچ نکلی چاہے وہ وسائل دعا و گریہ کی صورت میں تھے یا احتیاطی تدابیر و علاج معالجہ کے معاملات۔

انفرادی اور اجتماعی دُوری اصول رخصت کے اطلاقات:

جہاں اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہاں عوام کو یہ سمجھانا بھی انتہائی مشکل ہے کہ وبا کے اس زمانے میں ایک دوسرے سے میل ملاپ کم سے کم رکھیں اور جس قدر ہو سکے ایک دوسرے سے

دوری اختیار کر لیں۔ جس کی سب سے آسان صورت اپنے آپ کو اہل خانہ کو گھر تک محدود رکھنے کی پابندی ہے۔ کیوں کہ کرونا سے متعلق اطباء کا کہنا یہ ہے کہ یہ متعدی مرض ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا یوردن ممرَض علی مُصِحٍّ" (۲۱)

(مریض کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔)

یہ فرمان نبوی ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جسے پیش نظر رکھ کر اجتماعی دوری کا معاملہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

طاعون عمواس ۱۸ ہجری

تاریخ اسلام میں سب سے خطرناک وبا طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے جو ملک شام میں شروع ہوئی اور کئی صحابہ کرام اور تابعین بھی اس کی نذر ہو گئے۔ اس مرض نے اتنی شدت اختیار کی کہ خلیفہ وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (۳۶ق ھ-۲۳ھ / ۵۸۶-۶۴۴ء) نے قسم کھائی اور کہا: کہ وہ تب تک گھی، دودھ اور گوشت استعمال نہیں کریں گے یہاں تک کہ لوگ اس مرض سے بچ نکلیں۔

امام احمد (۱۶۳-۲۴۱ھ / ۷۸۰-۸۵۵ء) نے مسند میں یہ روایت نقل کی ہے۔

> "أنّه كان قد شهد طاعون عمواس، فكان على قيادة الناس أبو عبيدة بن الجراح فمات بالطاعون، ثم معاذ بن جبل فمات به أيضًا؛ "فلما مات استخلف على الناس عمرو بن العاص (ت ۴۳ھ) فقام فينا خطيبا فقال: أيها الناس، إن هذا الوجع إذا وقع فإنما يشتعل اشتعال النار، فتجبّلوا منه في الجبال، وفي روايات أخرى: فتفرّقوا منه في رؤوس الجبال وبطون الأودية. (۲۲)

یہاں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۴۴-۱۴۰ھ / ۶۶۴-۷۵۷ء) نے لوگوں کو کہا کہ جب یہ وبا پھیلتی ہے تو آگ کی طرح پھیلتی ہے لہذا اس دوران پہاڑوں میں نکل جاؤ یا پہاڑوں اور وادیوں میں علیحدگی اختیار کرو۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہی سخت رویہ اختیار فرمایا اور لوگوں کی صحت بحال ہونے تک مرغن کھانے نہ کھانے پینے کی قسم کھالی:

"ألا يذوق سمنا ولا لبنا ولا لحما حتى يحيا الناس" (۲۳)

(جب تک لوگ معمول کی زندگی پر نہیں آتے وہ نہ گھی کھائیں گے نہ پنیر نہ گوشت۔)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے وباء کے دنوں میں جس شخص نے الگ الگ اور ایک دوسرے سے دور رہنے کا نظریہ پیش کیا وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ اور آج بھی حکم رانوں کو چاہیے کہ حالات کی سنجیدگی کے پیش نظر عوام پر قانون نافذ کرنے میں ایک رائے اختیار کریں اور اس پر سختی سے کاربند رہیں۔ کیوں کہ حالات کی سختی اور آفات کا آنا تو تاریخ کا حصہ ہے۔ جس طرح کہ امام صفدی نے ذکر کیا ہے:

"أنه وقع في سنة ۷۱۷ھ سيلٌ عَرِم بمدينة بعلبكّ اللبنانية، وتسبب في هدم المساجد وتعطيل الصلاة بها. وذكر في وصفه أنه "ما مرّ على شيء في طريقه إلاّ جعله خاويًا...، فخرّب المساكن وأذهب الأموال، وغرّق الرجال والحريم والأطفال...، ثم لم يزل حتى دخل الجامع الأعظم.... وتهدّمت المساجد وتعطّلت الصلوات". (۲۴)

(۷۱۷ ہجری میں سیل عرم کے نام سے لبنان کے شہر بعلبک میں سیلاب آیا جس سے مساجد منہدم ہو گئیں اور نمازیں معطل ہو گئیں۔ اور یہ سیلاب جدھر جدھر بھی گیا اس جگہ کو کھنڈر بنا دیا، گھر اُجاڑ دیے، اور مال بہا کر لے گیا اور مردوں، عورتوں اور بچوں سب کو غرق کر دیا، یہاں تک کہ مسجد اعظم میں داخل ہوا اور مساجد منہدم ہو گئیں اور نمازیں معطل ہو گئیں۔)

اسی طرح مسجد اقصیٰ کو ہی دیکھ لیجیے کہ کب سے وہاں کئی بار نمازیں معطل ہوئیں۔ صلیبیوں کے قبضے میں تقریباً نوّے سال وہاں نماز قائم نہ ہوئی۔

آج ہم کرونا کی جس ہول ناک آفت سے گذر رہے ہیں یہ بھی تاریخ کی دیگر وباؤں کی طرح ایک وبا ہے یاد رہے قادر مطلق نے جس طرح پہلے مقررہ میعاد کے بعد اُن وباؤں کو ختم کر دیا اس طرح اس کو بھی ختم فرما دے گا۔ جیسے پہلے لاکھوں لوگوں کی اموات کے باوجود دنیا پھر سے اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ آباد ہوئی اسی طرح اب بھی پھر سے دنیا آباد ہو گی، مساجد میں معطل نمازیں اور جماعتوں کا قیام پھر سے بحال ہو گا۔ اللہ کا گھر کعبہ مشرفہ اور اس کے نبی مکرم ﷺ کا حرم پھر سے پُر رونق ہوں گے۔

امام ابن جوزی اس طاعون کے بارے میں لکھتے ہیں :

وفي هذه السنة وقع الطاعون الجارف بالبصرة فماتت أم ابن معمر الأمير، فما وجدوا من يحملها حتى استأجروا لها أربعة أنفس، وكان وقوع هذا الطاعون أربعة أيام، فمات في اليوم الأول سبعون ألفًا وفي اليوم الثاني واحد وسبعون ألفًا وفي

اليوم الثالث ثلاثة وسبعون ألفًا وأصبح الناس في اليوم الرابع موتى إلا قليلاً من الآحاد". (۲۵)

یاقوت حموی (۵۷۴-۶۲۶ھ/۱۱۷۸-۱۲۲۹ء) نے *معجم البلدان* میں لکھا ہے:

" أنه كان قد وقع طاعون بمصر عام ۷۰ھ وكان واليها عبد العزيز بن مروان فخرج هاربًا من مصر، فلما وصل حلوان استحسن موضعها، فبنى بها دارًا واستوطنها وزرع بها بساتين وغرس كرومًا ونخلاً".(۲۶)

(۷۰ ہجری میں مصر میں طاعون کی وباء پھیلی تو وہاں کا گورنر عبد العزیز بن مروان بھاگ نکلا جب حلوان میں پہنچا تو اسے اچھی پناہ گاہ سمجھا لہذا وہاں گھر بنا کر سکونت اختیار کر لی اور وہاں انگور اور کھجور کے باغات لگائے۔)

بیماری اور وباء والی سرزمین پر جانے کا حکم

یہ سمجھنا کہ اس وبا سے اگر مر گیا تو شہادت کی موت نصیب ہو گی۔ اور اس پر اجر عطا کیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الطاعون شهادة لكل مسلم"(۲۷) یعنی طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

جب کہ بیماری میں مبتلا شخص یہ نیت بھی رکھتا ہو اور اللہ کے ہاں شکر گذار بھی ہو۔

۱۷ ہجری میں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ سرزمین شام کو جا رہے تھے تو راستے میں حجاز اور شام کی سرحد پر آپ کو کچھ فوجی لیڈر ملے جنھوں نے آگاہ کیا کہ شام میں طاعون کی وباء پھیلی ہوئی ہے۔ تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کے بعد واپسی کی راہ لی۔ اسی دوران طاعون نے شدت اختیار کر لی اور طاعون عمواس نامی مشہور وبا نے بہت سے نامور لوگوں کی جان لے لی جن میں حضرت معاذ بن جبل، ابو عبیدہ بن الجراح، یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت عمرو بن العاص گورنر منتخب ہوئے تو یہ وباء اس وقت ختم ہوئی آپ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "أيها الناس إن هذا الوجع"(۲۸) یعنی لوگو یہ بیماری جب آتی ہے تو آگ کے شعلوں کی طرح پھیل جاتی ہے۔ اس سے بچو اور پہاڑوں کی طرف نکل جایا کرو۔ لہذا آپ خود بھی اور باقی لوگ بھی شہر سے دور نکل گئے۔ جب حضرت عمر کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے اسے ناپسند نہ کیا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اسی سرزمین پر رہنے کو ترجیح دی۔

جہاں تک وبا زدہ علاقے سے نکلنے کی بات ہے تو مناسب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ بیمار لوگوں کو بیماری والی زمین سے دوسری جگہ نہ جانے دیا جائے نہ ہی وہ خود ہجرت کریں البتہ تندرست لوگ اس علاقے کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق وہیں رہنا پسند کیا اور یہ اس آیت کے مخالف نہیں ہے، تاریخ اسلام میں مسلمانوں کے تجربات و مشاہدات اس امر پر شاہد عدل ہیں، کیوں کہ رخصت پر بھی وہی شخص عمل پیرا ہو جو اطاعت شعار ہو جو ویسے ہی احکام الٰہی سے پہلو تہی کرتا ہو اسے یہ حق حاصل نہیں کہ مزید رخصت تلاش کرے چنانچہ امام شافعی (۱۵۰۔۲۰۵ھ / ۷۶۷۔۸۲۰ء) فرماتے ہیں: "الرخصة عندنالا تكون إلا لمطيع ، فأما العاصي فلا"(۳۰)

(ہمارے نزدیک رخصت فقط اطاعت گزار کے لیے ہے، سرکش و نافرمان کے لئے نہیں۔)

صحابہ کرام کے عہد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور بیماروں کو صحت مند لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔ چناں چہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو خانہ کعبہ میں طواف کرتے دیکھا تو فرمایا:

"يا أمة الله! لا تؤذِ الناس! لو جلست في بيتك!". فجلست. فمر بها رجل بعد ذلك. فقال لها: إن الذي كان قد نهاك قد مات، فاخرجي. فقالت: «ما كنت لأطيعه حيّاً وأعصيه ميتاً»".(۳۱)

(اللہ کی بندی لوگوں کو تو تکلیف نہ دو بہتر ہے گھر بیٹھ جاؤ۔ لہذا وہ گھر بیٹھ گئی اس کے بعد ایک شخص کا گزر اس کے پاس سے ہوا اور کہا جس نے تجھے منع کیا تھا وہ مر گیا ہے۔ لہذا اب باہر نکل آؤ۔ تو اس خاتون نے کہا: میں یہ کیسے کر سکتی ہوں کہ اس کی زندگی میں تو اس کی اطاعت کی اور مرنے کے بعد اس کی نافرمانی کروں۔)

یہ روایت اطاعت گزاروں اور قانون کے پاس داروں کے لیے مینارہ نور ہے کہ ضروری قانون آپ کے سر پر نافذ ہو تو ہی عمل کریں اور جب ذرہ موقع ملے من مانی کر لی، بل کہ اطاعت گزار لوگ ہر حال میں جذبہ اطاعت کو ہی قانون بناتے ہیں۔

حضرت عمر نے مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور طاعون کے حوالے سے مشورہ کیا تو اُن کی آراء مختلف تھیں۔ یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف تشریف لائے اور حضرت عمر کو آگاہ کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس معاملے پر حدیث سن رکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

"إذا سمعتم بهذا الوباء ببلد فلا تقدموا عليه وإذا وقع ببلد وأنتم به فلا تخرجوا فرارا منه" جب تم کسی شہر میں اس وباء سے متعلق سنو تو اُدھر مت جاؤ اور جب کسی شہر میں یہ وباء آ پہنچے تو اُس سے باہر مت بھاگو۔ (۳۲)

یہ حدیث حضرت عمر کے موقف کی تائید میں تھی۔ لہذا لوگ لوگوں کے ساتھ واپس مدینہ طیبہ لوٹ گئے۔ یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور اصحاب رسول اس امر سے آگاہ تھے بلکہ شرعی قواعد سے بھی واقف تھے جن کا بروقت استعمال بڑی مشکل سے نجات کا سبب بنا۔

امام ابن عبد البر (۳۶۸۔۴۶۳ھ / ۹۷۸۔۱۰۷۱ء) رقم طراز ہیں:

"لا يحل لأحد أن يفر من أرض نزل فيها إذا كان من ساكنيها ولا أن يقدم عليه إذا كان خارجاً عن الأرض التي نزل بها." (۳۳)

(کسی کے لیے جائز نہیں کہ جب کسی شہر میں وباء آئی ہو تو وہاں سے فرار اختیار کرے اور نہ ہی باہر سے وبا زدہ زمین میں آئے۔)

زمانہ نبوی میں بھی معاشرتی دوری کی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

"عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ عِنْدَنَا أَرْضًا يُقَالُ لَهَا : أَبْيَنُ، هِيَ أَرْضُ رِيفِنَا، وَأَرْضُ مِيرَتِنَا ، وَهِيَ شَدِيدَةُ الْوَبَاءِ ، فَقَالَ : " دَعْهَا عَنْكَ، فَإِنَّ مِنَ الْقَرْفِ التَّلَفَ" (۳۴)

(فروہ بن مسیک سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ہاں ایک سرزمین ہے جسے "ارض ابین" کہتے ہیں۔ وہ ہمارے کھانے پینے کے سامان کی جگہ ہے لیکن شدید وبا والی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے دور رہو کیوں کہ وباء کے قریب جانا ہلاکت ہے۔)

فقہا نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ جو شخص ضرورت کے تحت نکلتا ہے اور جو بلا ضرورت باہر جاتا ہے۔ لہذا جو کوئی کسی ضرورت کے تحت باہر نکلتا ہے اس کے لئے جائز ہے۔ جیسے لوگوں کی مدد یا علاج کے لئے۔ اور جو کوئی لوگوں میں میل جول کی وجہ سے ان کی اذیت کا باعث بنے اس کے لئے جائز نہیں۔ چاہے عبادت میں شرکت ہی کیوں نہ ہو۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جذام والے شخص کو مساجد میں جانے اور لوگوں کے ساتھ میل جول سے روکا جائے گا۔

"المجذوم يمنع من المساجد ومن الاختلاط بالناس" (۳۵)

اسی طرح شریعت کے دیگر احکام جیسے طہارت و نظافت، بدن اور مکان کی صفائی، وغیرہ کا التزام کیا جائے۔ اس حدیث نبوی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

"لا عدوى ولا طِيَرَة، ولا هامة ولا صَفَر، وفِرَّ من المجذوم كما تفر من الأسد"(۳۶)

(کوئی مرض متعدی نہیں نہ کوئی فال ہے نہ بد شگونی اور نہ ہی صفر ہے۔ اور مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے دور بھاگتے ہو۔)

رسول کریم ﷺ کی دعا مبارکہ اس بات پر دلیل ہے کہ انسان کو اپنا عقیدہ درست رکھنا چاہیے۔ اور بد شگونی سے بچنا چاہیے

اللهم لا خير إلا خيرك ولا طير إلا طيرك ولا إله غيرك.(۳۷)

لیکن اس کے باوجود احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

خلاصہ بحث

۱۔ اسلام کے احکام میں نرمی و لچک موجود ہے جو حالات و واقعات اور ضرورت کے تحت انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔

۲۔ تاریخ عالم میں متعدد بار وباؤں نے کاروبار حیات معطل کیا۔ ہلاکتیں ہوئیں لیکن انسانیت کا سفر وقت مقررہ کے بعد پھر سے اپنی آب و تاب کے ساتھ جاری رہا۔

۳۔ رخصت و عزیمت کے قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے مشکل گھڑیوں میں مکمل رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ جس نہ صرف عوام بل کہ حکومتی ادارے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح کے لیے رخصت و عدم حرج جیسے قواعد عطا فرمائے جو کسی بھی زمانے میں راہ نمائی کے لیے کافی ہیں۔

۵۔ وباؤں کے دوران عوام کو تاریخی واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی احکام پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔ اور حالات و جذبات کی رو میں بہہ کر حقائق سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) الشاطبی، ابو اسحق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، (بیروت: دار الکتب العلمیہ) ، ۲: ۲۶۱۔

(۲) موسوعة الفقہ الاسلامی، الباب التاسع، فقہ العزیمۃ و الرخصۃ، ۲: ۲۶۱۔ http://www.islamilimleri.com/

(۳) ابن فارس، ابو الحسین احمد، مقاییس اللغۃ، (بیروت : دار الفکر) ، ۲: ۵۰۰۔

(۴) ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ۷: ۴۰۔

(۵) بابرتی ، اکمل محمد بن محمود، التقریر لاصول فخر الإسلام البزدوی، (سعودی عرب: مکتبۃ عین الجامعۃ)، ۳: ۴۶۷۔

(۶) الغزالی، ابو حامد امام محمد بن محمد، المستصفی، (بیروت: دار الفکر)، ۱: ۷۸۔

(۷) سبکی، عبد الوہاب بن علی، رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب، (بیروت : دار عالم الکتب)، ۲: ۲۶۔

(۸) شنقیطی، محمد امین بن محمد، مذکرۃ فی اصول الفقہ، (جدہ: دار عالم الفوائد) ، ۶۰۔

(۹) ابن النجار، امام محمد بن احمد، حنبلی، شرح الکوکب المنیر، (ریاض: مکتبۃ العبیکان)، ۱: ۴۸۲۔

(۱۰) ایضاً، ۱: ۴۸۲۔

(۱۱) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، (ریاض : دار السلام) کتاب الإیمان، باب الدین یسر، حدیث نمبر ۳۹۔

(۱۲) ایضاً، حدیث نمبر ۳۵۶۰۔

(۱۳) ابن جوزی، امام عبد الرحمن بن علی ، المنتظم فی تاریخ الملوک و الامم، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ۱۶: ۱۷۔

(۱۴) ایضاً، ۱۶ / ۱۷۔

(۱۵) ایضاً، ۱۷: ۱۶۔

(۱۶) https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%B3

(۱۷) ابن العذاری، احمد بن محمد المراکشی، البیان المُغرب في أخبار الأندلس والمغرب، (بیروت : دار الکتب العلمیۃ)، ۱: ۲۵۶۔

(۱۸) ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، إنباء الغمر بابناء العمر، (بیروت : دار الکتب العلمیۃ)، ۳: ۳۲۶۔

(۱۹) ذہبی، امام شمس الدین محمد بن احمد، تاریخ الاسلام، (بیروت: دار الکتاب العربی)، ۹: ۶۱۴۔

(۲۰) ذہبی، امام شمس الدین محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ۱۳: ۴۳۸۔

(۲۱) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۷۷۰۔

(۲۲) احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، (بیروت: بیت الافکار الدولیۃ)، حدیث نمبر ۱۶۹۹۱۔

(۲۳) ابن اثیر، علی بن محمد الجزری، الکامل فی التاریخ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ۲: ۳۷۴۔

(۲۴) صفدی، ابو محمد عبداللہ بن عمر، نزھۃ المالک والملوک، (بیروت: المکتبہ العصریہ)، ۱: ۲۴۲۔

(۲۵) ابن جوزی، امام عبد الرحمن بن علی، المنتظم فی تاریخ الملوک و الامم، ۶: ۲۵۔

(۲۶) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، البدایۃ و النھایۃ، (بیروت: دار ابن کثیر)، ۹: ۷۰۔

(۲۷) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۸۳۰۔

(۲۸) ابن کثیر، البدایۃ او النھایۃ، ۱۰: ۴۳۔

(۲۹) سورہ بقرہ، ۲: ۱۹۵۔

(۳۰) شافعی، امام محمد بن ادریس، الأم، (بیروت: بیت الافکار الدولیۃ)، ۱: ۲۲۶۔

(۳۱) امام مالک بن انس الاصبحی، المؤطا، (کراچی: مکتبۃ البشریٰ)، حدیث نمبر ۲۵۰۔

(۳۲) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۷۲۸۔

(۳۳) ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، التمہید، (مغرب: وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ) ۶: ۱۱۱۔

(۳۴) بیہقی، امام ابو بکر احمد بن حسین، شعب الایمان، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، حدیث نمبر ۱۳۶۵۔

(۳۵) محمد الامین بن عبد اللہ الارمی الشافعی، الکوکب الوھاج، (بیروت: دار طوق النجاۃ)، ۲۲: ۳۳۸۔

(۳۶) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۲۲۲۔

(۳۷) احمد بن حنبل، مسند، حدیث نمبر ۲۰۰۵۷۔

BIBLIOGRAPHY

- Abu Hami Al-Ghazali Imam Muhammad Bin Muhammad, *Al-Mūstaṣfa,* (Beirut: Dar AL-Fiker,)
- Ahmad Bin Hanbal, *Musnad Imām Aḥmad Bin Ha̱nbal*, (Beirut: Al-Afkār Al-Doulia).
- Al-Shatbi Abu Ishaq Bin Ibraheem Bin Mosa, *Al-Mūvafiqāt*, (Beirut: Darul Kutaub Al-Ilmia.)
- Baberti Akmal Muhammad Bin Mehmood, *Al-Taqrīr leusūl FaKhar al-Islām al-Bazdavi*, (Saudi Arab: Maktaba Ainul Jamia)
- Bahaqi Imam Abu Bakar Ahmad Bin Hussain, *Sh'būl Īmān* (Beirut: Darul Kutaub Al-Ilmia.)
- Bukhari Abu Abdullah Muhammad Bin Ismail, *Ṣahīh Al-Bukhārī* (Riyadh: Dar Al-Salam)

- Ibn Abdul Ber Yusuf Bin Abdullah, *Al-Tamḥīd,* (Maghrib: Wazarte Al-Aouqaf wal Shaon al-Islamia.)
- Ibn Al-Azari Ahmad Bin Muhmmad Al-Marakshi, *Kitāb al-Bayān al-Mūghrib fī Ākhbār Mulūk al-Andalus wal-Maghrib,* (Beirut: Darul Kutaub Al-Ilmia.)
- Ibn Al-Najar Imam Muhammad Bin Ahmad Hanbali, *Sharaḥ Al-Kawkab Al-Mūnīr*, (Riyadh: Maktaba Al-Eibaan)
- Ibn Aseer Ali Bin Muhammad Al-Jazri, *Al-Kāmil Fī al-Tarīkh*, (Beirut: Darul Kutaub Al-Ilmia.)
- Ibn Faris Abu al-Hassan Ahmad, *Maqāyīs Al-Lugha,* (Beirut: Dar AL-Fiker.)
- Ibn Hajar Ahmad Bin Ali Asqalani, *Inba' al-*Ghumr be *Abna' al-'Umar,* (Beirut: Darul Kutaub Al-Ilmia.)
- Ibn Jawzi Imam Abdul Rehman Bin Ali, *Al-Muntaẓam fī Tārīkh al-Mulūk wa al-Umam*, (Beirut: Darul Kutaub Al-Ilmia.)
- Ibn Kaseer Ismail Bin Umar, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*, (Beirut: Dar al-Ibn al-Kaseer.)
- Ibn Manzoor Muhammad Bin Mukaram, *Lisān al-'Arab,* (Beirut: Darul Kutub Al-Ilmia.)
- Imam Malik Bin Anas, *Al-Muwaṭṭa*, (Karachi: Maktaba Al-Bushra)
- *Mousūah Al-Fiqah Al-Islāmī*, Al-bab Al -Tasia, Fiqah Al-Azeemata w Al-Rukhsah.
- Muhammad al-Amin Bin Abdullah Al-Shafe, *Al-Koukab al-Vahāj*, (Beirut: Dar Touq al-NIjat.)
- Safdi Abu Muhammad Abdullah Bin Umer, *Nuzhatul Malik wa al-Mamlūk*, (Beirut: Al Makatab al Asriya litabaat wal Nasher.)
- Shaafi'e Imam Muhammad Bin Idrees, *Al-Umm,* (Beirut: Baitul Afkar al Doulah.)
- Shnqiti Muhammad Ameen Bin Muhammad, *Muzkirat Fī Usūl Al-Fiqh*, (Jiddah: Dar Aalam Al-Fawaid)
- Subki Abdul Wahab Bin Ali, *Rafa' al-Hājib 'n Mukhtaṣir Ibn al-Hājib*, (Beirut:Daar Aalam Al-Kutub)
- Zahbi Imam Shams al-Din Muhammad Bin Ahmad, *Siyar A'lām al-Nubala*, (Beirut: Darul Kutaub Al-Ilmia.)
- Zahbi Imam Shams al-Din Muhammad Bin Ahmad, *Tarīkh al-Islām*, (Beirut: Darul Kutaub Al-Arabi.)

❖❖❖